

سیمول اور ایڈم کا پاکستان

برٹش بیک پیپر سوسائٹی (British Backpaper Society) برطانیہ میں موجود بین الاقوامی سیاحت کو فروغ دینے کا مستند ادارہ ہے۔ اسکے اراکین پوری دنیا کا سفر کرتے ہیں۔ قریہ قریہ، ملکوں ملکوں پھرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کون سے ملک اور کون سی جگہ جانا چاہیے۔ اس ادارے کو کروڑوں لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسکی تجزیاتی رپورٹ کے مطابق اپنی سیاحت کا پروگرام ترتیب دیتے ہیں۔ برٹش بیک پیپر سوسائٹی کی ساکھ حد درجہ غیر متنازعہ ہے۔

سوسائٹی کے دو ممبران، سیمول جانسن اور ایڈم سلو برنہ 2016 میں فیصلہ کیا کہ پاکستان جانا چاہیے۔ وہاں کے شہر، لوگ، پہاڑ اور ہر وادی کو خود دیکھنا چاہیے۔ سیمول کی عمر چھبیس برس اور ایڈم محض پچیس برس کا تھا۔ جب اپنے ارادے کا اظہار کیا تو سوسائٹی کے ہر رکن نے انکو اس مہم جوئی سے روکا۔ دوستوں نے انہیں پاکستان جانے کے خطرات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ خود کش حملوں، دھماکوں اور جانی نقصان کے متعلق بھی سمجھایا۔ تہذیب کے دائرہ میں رہ کر مطلع کیا کہ پاکستان دنیا کا خطرناک ترین ملک ہے۔ سیمول کی والدہ نے تو یہاں تک کہا کہ جیسے ہی پاکستان جائینگے، انکو اغوا کر لیا جائیگا۔ پھر دہشت گردانگی ویڈیو بنا کر آزاد کرنے کی قیمت مانگے گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مہم جوئی میں جان گوانی پڑ جائے۔ ایڈم کے ایک دوست نے اسے یہ بھی کہا، کہ جیسے ہی وہ لاہور یا اسلام آباد پہنچے گا، اسے کافر قرار دیکر حکومت گرفتار کر لیگی۔ اسے داڑھی رکھنے کا حکم دیگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں کسی شرعی عدالت میں پیش کیا جائے اور جبری طور پر مسلمان کروایا جائے۔ سیمول اور ایڈم سوچ میں پڑ گئے۔ ایسے لگا کہ غلط ملک جا رہے ہیں۔ قائل ہو گئے کہ انہیں پاکستان نہیں جانا چاہیے۔ سب نے مشورہ دیا کہ ہندوستان چلے جاؤ۔ وہ ایک محفوظ ملک ہے۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایڈم کے ذہن میں صرف ایک سوال تھا۔ سب سے پوچھتا تھا۔ جس جس نے پاکستان جانے کی مخالفت کی تھی، ان میں سے کسی نے بھی اس ملک کو دیکھا ہے یا نہیں۔ جب ایڈم بات کرتا تھا کہ آپ ایک ملک کو دیکھیے بغیر کیسے رد کر سکتے ہیں۔ تو کوئی جواب نہیں آتا تھا۔ ایڈم اور سیمول نے پاکستان کا ویزہ بھی لگوا لیا کہ فیصلہ کریں گے، اگر جانا ہوا تو ٹھیک، ورنہ دہلی سے واپس آ جائینگے۔ 2016 میں دونوں دہلی چلے گئے۔ وہاں متعدد شہر دیکھے۔ تاریخی مقامات کی بھرپور سیر کی۔ مگر کئی مقامات پر بے حد شوری کا سامنا کرنا پڑا۔ مقامی لوگوں کی کوشش ہوتی تھی کہ انہیں دس روپے کا کھانا، دوسروپوں میں دیں۔ جو ہاتھ لگے، ان سے وصول کریں۔ ایڈم نے یہ بھی محسوس کیا کہ لوگوں کے دلوں میں انکے لیے بہت زیادہ مثبت جذبات بھی نہیں ہیں۔ درست تھا کہ ہزاروں غیر ملکی، دہلی اور آگرہ میں گھوم رہے تھے مگر ایک روایتی گرم جوشی کا فقدان ضرور تھا۔ ایک رات فیصلہ کیا کہ پاکستان جائینگے اور اسکے شمالی علاقہ جات کو ضرور دیکھیں گے۔

کسی کو بتائے بغیر واہگہ آئے اور وہاں سے لاہور پہنچ گئے۔ لاہور دیکھ کر پریشان سے ہو گئے۔ ایک مقامی ہوٹل میں قیام کے دوران ریسپشن پر جا کر پوچھا کہ کیا باہر دہشت گرد موجود ہیں۔ کیا باہر نکلتے ہی انہیں اغوا برائے تاوان کا خطرہ ہے۔ ہوٹل کے عملہ نے

ہنسنا شروع کر دیا۔ بتایا کہ باہر جاؤ اور جی بھر کر سیر کرو۔ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ ڈرتے ڈرتے جب باہر آئے تو مال روڈ پر ٹریفک رواں دواں تھی۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ آ جا رہے تھے۔ زندگی کا بھرپور احساس تھا۔ انہیں لارنس گارڈن جانا تھا۔ رکشے والے کو جب بتایا کہ یہ باغ دیکھنا چاہتے ہیں تو رکشہ والے نے بے ساختگی سے کہا کہ آپ پورے رکشے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ باغ تو ہوٹل کے تقریباً سامنے ہے۔ لارنس گارڈن دو یا تین منٹ کی پیدل مسافت پر تھا، رکشے والے نے انہیں قطعاً بیوقوف نہیں بنایا۔ سیمول اور ایڈم نے اب پورا لاہور دیکھنا شروع کر دیا۔ ہر جگہ گئے۔ بادشاہی مسجد سے لیکر شاہی قلعہ اور نجیت سنگھ کی سادھی سے لیکر اندرون لاہور تک۔ جب ان مقامات کی تصاویر لندن بھجوائیں تو دوست اور والدین حیران رہ گئے۔ کہیں بھی توپیں اور بندوقیں نصب نہیں تھیں۔ کہیں بھی اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر نہیں ہو رہا تھا۔ ہر طرف جدید ترین کاریں اور ہر طرح کی سواری موجود تھی۔ خیر تین چار دن کے بعد اسلام آباد چلے گئے۔ وہاں جا کر بھی انہیں، یہی احساس ہوا کہ ایک بہترین شہر میں ہیں۔ مگر ابھی انہیں مزید حیرت زدہ ہونا تھا۔

اسلام آباد سے شاہراہ کراکرم پر روانہ ہوئے۔ کاغان، ناران ہوتے ہوئے گلگت پہنچ گئے۔ سفر کے آخر میں کریم آباد سے ہوتے ہوئے ہنزہ پہنچ گئے۔ ان مقامات پر جا کر ششدر رہ گئے۔ بلکہ سحر زدہ ہو گئے۔ اس درجہ قدرتی حسن، پہاڑوں اور وادیوں کے حسین سنگم اور لوگوں کی مہان نوازی نے انہیں دیوانہ سا کر دیا۔ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ گہرے نیلگوں پانی کی جھلیں جگہ جگہ نظر آئیں گی۔ سیمول فوٹوگرافی کا ماہر تھا۔ اس نے ہر جگہ کی سینکڑوں تصاویر کھینچیں۔ مقامی لوگوں کے رویوں نے بھی انہیں بے حد متاثر کیا۔ لوگ اس گرم جوشی سے ملتے تھے کہ برطانوی سیاح بات کرنے کے قابل نہ رہتے تھے۔ کئی کھوکھوں اور چائے خانوں میں ان سے قہوے کا معاوضہ تک نہ لیا گیا۔ ہر بندہ کہتا تھا کہ آپ ہمارے مہمان ہو۔ پیسے کسی اور سے کما لینگے۔ ہر بندہ انکے ساتھ سیلفی بنواتا تھا اور پوچھتا تھا کہ پہاڑ کیسے لگے۔ سیمول اور ایڈم کیلئے یہ خوشگوار ترین واقعات تھے۔ کہاں دہشت گردی کا ہر دم تاثر اور کہاں مقامی لوگوں کا پیار و محبت۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ انکے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کسی سے راستہ پوچھتے تھے تو وہ شخص کوشش کر کے انہیں صحیح مقام تک چھوڑ کر آتا تھا۔ دو ہفتے قیام کرنے کے بعد واپس لندن چلے گئے۔ وہاں جا کر والدین، عزیز واقارب، دوستوں کو پاکستان کے متعلق بتایا تو سب حیران رہ گئے۔ شمالی مقامات اس درجہ خوبصورت تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ سوئزر لینڈ میں ہیں۔ دونوں نے اپنے ادارے کیلئے رپورٹ لکھی۔ یہ رپورٹ آج سے ٹھیک تین دن پہلے شائع ہوئی ہے۔ اٹھائیس دسمبر کی رپورٹ کو تمام بین الاقوامی میڈیا نے پذیرائی دی۔ اسکے مطابق پاکستان سیاحوں کیلئے پہلے نمبر کی خوشگوار جگہ ہے۔ ادارے نے دنیا کے بیس ایسے مقامات کی نشاندہی کی جہاں ہر سیاح کو جانا چاہیے۔ پاکستان اس میں اول نمبر پر ہے۔ اس میں یہاں تک لکھا گیا کہ اگر لندن، پیرس یا برلن جانا ہو، ہمیں کسی سے بھی پوچھنا نہیں پڑتا اور معذرت کے ساتھ یہ تمام شہر بھی کافی غیر محفوظ ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان کے شمالی علاقہ جات دنیا کے بہترین تفریحی مقامات ہیں۔ 2018 میں سوسائٹی کی طرف سے ان گنت سیاح سکر دو آئیگی اور K-2 میں کیچپ بنا کر ہفتوں رہیں گے۔ یہ رپورٹ انٹرنیٹ پر موجود ہے اور ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ استدعا ہے کہ اسے ضرور پڑھیے۔

ہر پاکستانی کیلئے رپورٹ تازہ ہوا کا ایک خوشبودار جھونکا ہے۔ یہ کسی بھی دباؤ یا تعصب کے بغیر مرتب کی گئی ہے۔ موجودہ حالات

میں اسکی آمد اور بھی اہم ہو جاتی ہے۔ اسلیے کہ سارا دن سیاست در سیاست کا بے کیف کھیل دیکھ کر لوگ اکتا چکے ہیں۔ ایک بیان پھر اسے کارِ عمل۔ پھر اسے کارِ عمل سن کر لوگوں کے کان پک چکے ہیں۔ کسی سیاسی لیڈر نے کیا بیان دیا، کہاں ہزاروں اور لاکھوں کا جلسہ ہوا، اب عام لوگوں کو اس میں قطعاً دلچسپی نہیں۔ سچ بات کہہ رہا ہوں۔ درجنوں لوگوں کو جانتا ہوں جو اب سیاسی معاملات پر توجہ دینی چھوڑ چکے ہیں۔ مزید ذہنی تکلیف دہ بات یہ بھی ہے کہ ہمارے پاس اس اس اس درجہ کے ارسطو اور سقراط موجود ہیں، جو گھنٹوں کسی بھی نکتے پر غیر موزوں گفتگو کرنے میں حد درجہ مہارت رکھتے ہیں۔ اس پر بھی بحث کر سکتے ہیں کہ فلاں سیاسی لیڈر یا وزیر نے فلاں کپڑے کیوں پہنے ہوئے تھے۔ وزیر اعظم، وزراء اعلیٰ، وزیروں اور اہم لوگوں کے ذہن پڑھ کر قوم کو گھنٹوں لیکچر دے سکتے ہیں۔ وہ بھی پڑھ سکتے ہیں جو انہوں نے کبھی بھی کہا نہیں۔ ان سیاسی فلسفیوں کے پاس افواہوں کا طلسمی چراغ ہے جو آلہ دین کے پاس بھی نہیں تھا۔ ابھی ایک سیاستدان بات کر رہا ہوتا ہے۔ اس نے بیان مکمل بھی نہیں کیا ہوتا اور اس پر بھرپور تبصرے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ اشخاص، کیر و جیسے نجومی سے بھی ہزاروں ہاتھ آگے ہیں۔ عام لوگ ان بقراطوں، فلسفیوں اور ہر وقت کی سیاسی گفتگو سے تنگ پڑ چکے ہیں۔ عرض کرتا چلوں۔ آج کل شادیوں کا دور دورہ ہے۔ لوگوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ کئی افراد کی گفتگو سے کم از کم خاکسار تو حیرت زدہ ہو چکا ہے۔ چند سیاست دانوں کے سعودی عرب کے دورے کے متعلق ایسے گوہر افشانی کر رہے تھے کہ تقریب میں آنے سے پہلے سعودی بادشاہ اور ولی عہد سے ملکر تشریف لائے ہیں۔ ایسے لگتا تھا کہ ٹرمپ انہیں روز فون کرتا ہے۔ منت سماجت کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت، اگر اجازت ہو تو آج میں برطانوی وزیر اعظم سے صرف دس منٹ ملاقات کر لوں۔ ہاں ضرور حکم کیجئے۔ کہ بات کیا کروں۔ ہاں، یہ بھی اجازت دے دیجئے، کہ برطانوی وزیر اعظم کے بعد نیٹو کے کمانڈر موجود ہیں۔ ان سے ملوں یا نہ ملوں۔ ہاں، زیادہ دیر باتیں نہیں کرونگا۔

یقین فرمائیے۔ قوم سیاست کی بے رنگ اور دقیق دنیا سے باہر نکل کر کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی ہے۔ ٹھیک ہے کہ سیاست بھی بہت اہم ہے۔ مگر چوبیس گھنٹے صرف ایک موضوع انسانی زندگی کو بوجھل بنا دیتا ہے۔ ہمارے رہنماؤں کے ساتھ ساتھ سیاسی تجزیہ کار جو کہ دراصل حالیہ سقراط ہیں، انہیں چند دن رخصت پر چلے جانا چاہیے۔ تاکہ قوم کم از کم چند دن کسی بہتر موضوع پر ذہنی توانائیاں خرچ کر سکے۔ دھینکا مشتی کے موجودہ حالات میں ہمیں بیک پیپر سوسائٹی کی رپورٹ بار بار پڑھنی چاہیے۔ موقع ملے اور جیب اجازت دے، تو پاکستان کے شمالی مقامات کو ضرور دیکھنا چاہیے۔ وہاں جا کر صاف ہوا میں سانس لینا چاہیے۔ شائد اپنی نظر سے اپنے ملک میں خرابیاں ہی خرابیاں نظر آئیں۔ مگر پاکستان کو سیموئل اور ایڈم کی نظر سے دیکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ شائد محدود عرصے کیلئے ہم بھی اپنے ملک کی خوبصورتی دیکھ کر حیران رہ جائیں۔ شائد ہم بھی اپنے ملک کو تمام کوتاہیوں کے باوجود نمبرون قرار دے دیں۔ کوشش کر کے دیکھیں۔ آپکو حیران ہونے کی واقعی ضرورت ہے!

راؤ منظر حیات